”آپریشن (سرجری) کے اقسام اور احکام“ اسلام کی نظر میں

مفتی اقبال حسین

بسم اللہ الرحمان الرحیم

جو بھی انسان اس دنیائے فانی میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر دو طرح کے حالات آتے ہیں۔خوشی کے حالات اور غم و پریشانی کے حالات، پریشانیاں ہر انسان کی زندگی کا لازمی جزء ہے، کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جس پر پریشانیاں نہ آئی ہوں حتیٰ کہ سب سے زیادہ پریشانیاں اور حالات انبیاء علیہم السلام پر آئے ہیں بیماری اور صحت یہ بھی اللہ کی طرف سے دو حالتیں ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کو بیماری سے واسطہ نہ پڑتا ہو اکثر لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے دور حاضر میں بے شمار نئی بیماریاں اور میڈیکل کی نئی صورتیں وجود میں آئی ہیں جن کا کچھ عرصہ پہلے نام ونشان بھی نہ تھا۔اسلام نے باقاعدہ طور پر علاج اور معالجے کی افادیت کو بیان کیا حدیث میں شھد کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا (فیہ شفاء للناس) گویا حضور ﷺ نے صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم) اور امت والوں کو شھد بطور علاج استعمال کرنے کا حکم دیا

مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لکل داء دواء (مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۲۵ ط قدیمی کتب خانہ) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر بیماری کے لئے علاج ہے امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ (فی ھذا الحدیث اشارۃ الیٰ استحباب الدواء وھو مذھب اصحابنا وجمھور السلف وعامۃ الخلف)(حاشیہ مسلم)

(ترجمہ): اس حدیث میں اشارہ ہے اس طرف کہ علاج کرنا مستحب ہے یہی ہمارے اصحاب (شوافع) کا مذہب ہے اور جمھور علماء کا بھی یہی مذہب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ علاج کرانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ علاج کرانا مستحب باعث اجر بھی ہے

البتہ اگر بیماری ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے فرائض اور حقوق شرعیہ کے ادا کرنے میں کوتاہی ہوتی ہو تو اس وقت علاج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔لیکن علاج کرانے میں اعتقاد یہ رکھے کہ شفاء دینے والا اللہ کی ذات ہے بذات خود دواء میں شفاء نہیں ہے

البتہ دواء شفاء کا سبب ہے اور اصل شافی اللہ تعالیٰ ہیں قال فی فتاویٰ العالمگیری فی کتاب الکراھیۃ الاشتغال بالتداوی لا بأس بہ اذا اعتقد أن الشافی ھو اللہ تعالیٰ و أنہ جعل الدواء سببا اما اذا اعتقد ان الشافی ھو الدواء فلا (ای فلا یجوز) کذا فی السراجیہ (عالمگیری جلد 5 ص، 434 ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

بعض غالی صوفیاء علاج کی مشروعیت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علاج کرانا تقدیر کے خلاف ہے۔لیکن ان صوفیاء کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ علاج کرانا بھی تقدیر کا حصہ ہے۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ابوخزامہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ قلت یا رسول اللہ أرأیت رقی نسترقیھا ودواء نتداوٰی بہ و تقاۃ نتقیھا ھل

ترد من قدر الله شيأ قال هي من قدر الله (مشكوٰة المصابيح جلد 1ص 22 كتاب القدر ط مكتبه رحمانيه لاهور) حضورﷺ نے ارشادفرمایا کہ یہ علاج بھی تقدیر میں سے ہے

اطباء(ڈاکٹرز)انسانی بدن کی تندرستی اور حفاظت جیسے اہم فریضہ اور عظیم الشان خدمت کوانجام دیتے ہیں اس لئے ان کی ذمہ داریاں بھی بہت نازک ہیں خصوصاعصر حاضر میں کہ امراض اور حوادث کی کثرت کی وجہ سے روز بروز اطباء(ڈاکٹرز) کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے علاج ومعالجہ کی روز افزاں کی وجہ سے کسب زر کیلئے اس شعبہ میں بعض ایسے افراد بھی داخل ہو گئے ہیں جو اس معزز پیشے کیلئے بدنما داغ کے مترادف ہیں

میڈیکل میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے

ڈاکٹر کے لئے یہ ضروری ہے بلکہ واجب ہے کہ وہ فن طب یعنی میڈیکل میں مطلوبہ مہارت حاصل کریں بغیر مہارت حاصل کئے علاج ومعالجہ کرنا انتہائی خطرناک ہے اگر دیکھا جائے ۔تو شریعت میں کسی بھی عمل کے لئے بنیادی شرط اہلیت کا ہے۔

اس لئے علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ وہ تین ہی اشخاص پر حجر کے قائل ہیں (1) آوارہ فکر مفتی (2) جاہل طبیب (3) اور دیوالیہ شخص اور یہاں تک لکھا ہے کہ یہ ممانعت ان تین کے حق میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تقاضہ سے ہے

اسی لئے اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص اہلیت اور صلاحیت سے محرومی کے باوجود لوگوں کا علاج کرتا رہتا ہے تو مریض کی جان جانے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا

زادالمعاد میں ہے **فاذا تعاطى علم الطب وعمله ولم يتقدم له معرفة فقد هجم بجهله علىٰ اتلاف الانفس و اقدم بالتهود علىٰ مالم يعلمه فيكون قد غرر بالعليل فيلزمه الضمان لذٰلك وهذا اجماع اهل العلم (زاد المعاد جلد 4ص 129)**

ترجمہ : جو شخص طب کی تعلیم بھی دینے لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے حالانکہ اس سے پہلے خود اس فن کو حاصل نہ کیا ہو پس اپنی ناواقفیت کی بناء پر لوگوں کی جانیں ضائع کر رہا ہے۔اور غیر ذمہ داری کے باعث ایسا کام کر رہا ہے۔جس سے وہ خود واقف نہیں تو وہ مریض کو دھوکہ دے رہا ہے لھذا اس پر تاوان واجب ہوگا اس پر اہل علم کا اجماع ہے

طبیب اس وقت تک اہلیت کے کمال درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ دو باتیں ان کے اندر وافر مقدار میں نہ پائی جائیں

(۱) جن امراض کے اندر اس کو خصوصیت اور مہارت حاصل ہو اس کے مکمل علاج کا علم بصیرت رکھتا ہو

(۲) ان امراض کی تطبیق اور وجہ امراض پر قادر ہو،ان دو باتوں کی عدم موجودگی میں شریعت طب کی مشق کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور بہت سے اہل فن نے طبیب کی اخلاقیات میں ان کو بیان کیا ہے

اس لئے اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص صلاحیت اور اہلیت سے محرومی کے باوجود لوگوں کا علاج کرتا رہتا ہے تو مریض کی جان جانے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا چنانچہ ابوداؤد میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا من تطبب ولا یعلم منه طب فهو ضامن (ابو داؤد کتاب الدیات جلد ۲ 2ص 282) جو لوگوں کا علاج کریں اور علاج کرنا اس کو آتا نہ ہو تو وہ ضامن ہوگا علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ بذل المجهود میں فرماتے ہیں

قال الخطابی ولا اعلم خلافا فی ان المعالج اذا تعدیٰ فتلف المریض کان ضامنا والمتعاطی علما او عملا لا یعرفه فهو معتد فاذا تولد من فعله التلف ضمن الدیة (بذل المجهود جلد 6 ص 187 ط مکتبه قاسمیه ملتان)

ترجمہ : علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں اور میں نہیں جانتا کہ اس بارے میں کوئی اختلاف ہو کہ اگر معالج (ڈاکٹر) جب زیادتی کرے اور مریض کو ضائع کردے تو وہ ضامن ہوگا اور جو علم یا عملی مشق کے لحاظ سے جاہل ہو اور طب نہ جانتا ہو تو وہ حد سے آگے بڑھنے والا ہے جب اس ہاتھ سے نقصان پیدا ہو تو وہ دیت کا ضامن ہوگا

زاد معاد میں علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہے۔فاذا تعاطی علم الطب عمله ولم یقدم له معرفة فقد هجم بجهله علیٰ اتلاف الانفس و اقدم بالتهود علیٰ ما لم یعلمه فیکون قد غرر بالعلیل فیلزمة الضمان لذالک وهذا اجماع اهل العلم (زاد المعاد جلد 4 ص 129)

ترجمہ : جو شخص طب کی تعلیم بھی دینے لگے اور اس پر عمل بھی کرنے لگے حالانکہ اس سے پہلے خود اس فن کو حاصل نہ کیا ہو پس اپنی ناواقفیت کی بناء پر لوگوں کی جانیں ضائع کر رہا ہے۔اور غیر ذمہ داری کے باعث ایسا کام کر رہا ہے جس سے وہ خود واقف نہیں تو وہ مریض کو دھوکہ دے رہا ہے۔لھذا اس پر تاوان واجب ہوگا اس پر اہل علم کا اجماع ہے

پس طبیب کے لئے مریض کا علاج کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کو بیماری کا علم نہ ہو اگر جاہل ہو تو مریض کا علاج کرنا اور دواء تجویز کرنا اس کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے اس کا یہ اقدام جرم شمار کیا جائے گا۔اس لئے کہ مسلمان کا خون، مال اور عزت لوٹنا شریعت میں حرام ہے بخاری شریف میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یوم نحر کے دن ارشاد فرمایا فان دماء کم و اموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا (بخاری شریف جلد اول ص 16 باب قول النبی ﷺ رب مبلغ اوعیٰ من سامع ط دار الحدیث ملتان)

بے شک تمھارا خون، تمھارا مال اور تمہاری عزت آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہے جیسے اس دن کی حرمت اس مہینے کی حرمت اور اس شہر کی حرمت ۔

اس لئے حکومت کو چاہئے کہ ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھے اور جاہل طبیبوں پر پابندی لگائیں تاکہ لوگوں کی جان محفوظ ہو اور ایسے لوگوں کو حکومت تعزیری سزاء بھی جاری کرے بلکہ حکومت وقت ایسے لوگوں کو جیل میں ڈال دیں یہی ان لوگوں کا علاج ہے

اگر ماہر تجربہ کار ڈاکٹر علاج کرے اور اس سے نقصان ہو تو اس پر ضمان نہیں آئے گا جاہل طبیب وہ ہوتا ہے جو دواؤں کی پہچان نہ رکھتا ہو زہر کو امرت سمجھ لیتا ہو اور اندازہ سے دوائی دیتا ہو اور منفی اثر کی حامل دواؤں کے مضر اثرات سے نمٹنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس لئے ایک سرجن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس چیز کا آپریشن کر رہا ہے اس میں اس نے تجربہ کار اساتذہ کی نگرانی میں سرجری کرنا سیکھا ہو

سرجری آپریشن اور انسانی علاج و معالجہ انتہائی اہم کام ہیں جو انتہائی توجہ کا متقاضی ہے اس سارے عمل میں ڈاکٹر کو پوری توجہ سے کام کرنا چاہئے اور کسی لمحے بھی سستی نہیں کرنی چاہئے اور نہ کسی قسم کا لالچ اور طمع کرنا چاہئے جو کسی انسان کی موت کا باعث بنے ہمارے ہاں حکومتی سطح پر یہ قانون موجود ہے کہ سرجری سے قبل مریض کے لواحقین سے رضامندی حاصل کرلی جائیں کہ دوران سرجری یا بعد از سرجری اگر مریض کو کچھ ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر اس کا ذمہ دار نہیں۔ مریض کے لواحقین بھی دستخط کردیتے ہیں۔

چلو یہ تو معاملہ ہے ایک قانون اور ملکی تحفظ کا لیکن اس سے ڈاکٹر کو یہ اختیار نہیں دے دیا گیا کہ وہ اب مریض کو اسٹریچر پر لٹا کر کسی بھی قسم کی سستی یا کوتاہی کا ارتکاب کرے

اگر کسی ڈاکٹر کی سستی یا کوتاہی کی وجہ سے کسی شخص کی موت واقع ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے قانون تو اس کو تحفظ فراہم کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا شخص مجرم ہے جس کی غلطی سے مریض ہلاک ہوا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہئے اور اللہ سے معافی مانگنی چاہئے ایسی خبریں اکثر اخبارات میں چھپتی رہتی ہیں کہ ڈاکٹر اور ہسپتال کے عملے کی کوتاہی کی وجہ سے کئی افراد کی موت واقع ہوگئی لہذا ڈاکٹر کو انسانی خدمت کے جذبے سے سرشار ہونا چاہئے

آپریشن کی ابتداء:

دور حاضر میں فن جراحت (surjery) نے بے حد ترقی کی نازک سے نازک آپریشن ہو رہے ہیں لیکن اس کا سہرا مغرب کے سر نہیں ہو سکتا وہ تو ہماری ابتداء کی ترقی ہے مگر اس کی اصل ایجاد تو ہمارے اسلام کے سر ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مریض کی عیادت کے لئے حضور ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے وہاں ایک شخص کی کمر میں پھوڑے کا ورم تھا اس میں پیپ پڑ چکی تھی حضور ﷺ نے مجھے اس میں تیر (شگاف) دینے کا حکم دیا میں نے اسی وقت شگاف آپریشن دے دیا اور حضور ﷺ وہاں موجود تھے اس سے پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جراحت (آپریشن) کے بڑے ماہر تھے۔ تب ہی تو حضور ﷺ ان سے یہ کام لیا کرتے تھے ایک مقام پر استسقاء کے مریض کے پیٹ سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہتھیار سے پانی نکالنے کا واقعہ موجود ہے (اسلام اور جدید میڈیکل سائنس جلد۲ ص ۳۵۵)

اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے ہی میں فن جراحت (آپریشن) کے ماہرین موجود تھے ابن رمثة التميمي یہ حضور ﷺ کے زمانے میں آپریشن میں متخصص اور ماہر تھے **ابن رمثة التميمي وكان طبيبا في عهد الرسول الكريم متخصصا في الجراحة بارعاً فيها (لمحة عن الجراحة في فجر الاسلام دكتور هنري أمين عوض مصر)**

فن جراحت اور طب یونان والوں نے اہل مصر سے سیکھا حکیم جالینوس نے علم طب مدرسہ اسکندریہ میں جا کر سیکھا اس وقت مصر میں فن جراحت کے ماہرین موجود تھے حتیٰ کہ مدرسہ اسکندریہ اس زمانے میں میڈیکل کالج بن گیا تھا جہاں پر بے شمار اطباء اور جراحین (سرجن) موجود تھے حکیم جالینوس (Galenus مختصر Galen 131ء تا200ء) کا نام علم طب میں نہایت ہی معزز اور ممتاز ہے وہ علم تشریح میں ایراسیطر اطرس اور ہیرافیلوس کا معتقد اور پیروکار تھا اس نے کئی مردہ بندروں کئی دیگر حیوانات ایک مردہ ہاتھی اور کسی ایک انسانی مردہ لاشوں کو چیرا۔ نظام عصبی کی تشریح میں اس نے خصوصیت سے بہت تحقیقات کی چنانچہ دماغی بطون کے اندر چند ایک باریک

وریدیں اب تک اسی کی نام سے مشہور ہیں یعنی اوردہ جالینوسیہ (وینی گیلیانی) کہلاتی ہیں۔

حکیم جالینوس سب سے پہلا شخص ہے جس نے افعال الأعضاء کوطب کے دوسرے شعبوں سے علیحدہ کیا اور مستقل مضمون قرار دے کر منافع الأعضاء پر جالینوسی کتاب لکھی اور تشخیص امراض کوامتحانی افعال الأعضاء (ایکس پیری منٹل فزیالوجی) پر منحصر کیا۔ غرضیکہ وہ ایک قابل ونامور جراح (سرجن) تھے

مسلمانوں کے دورترقیات میں ابوالقاسم زہراوی، ابن زہر، زکریارازی اور علاؤالدین ایرانی وغیرہ کئی ایک نامور حکیم پیدا ہوئے ہیں جوفن جراحت (سرجری) سے بھی بخوبی واقف تھے لیکن علم تشریح ومنافع الأعضاء میں ان کی معلومات یونانیوں کی کتابوں تک ہی محدود رہیں اور عملی تشریح کی طرف ان کی توجہ نہ ہوئی۔ (فزیالوجی ص ۵ پروفیسر طبیب بشیراحمد ظفر)

جب عمروبن العاص رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مصر فتح ہوا تو اس فن کو یونانی زبان سے عربی میں منتقل کیا گیا جراحت اور ولادت پر سب سے پہلے، بولس الأحنطی نے کتب لکھی حنین بن اسحاق العبادی نے اس کی کتابوں کا ترجمہ کیا اور ان کو عربی میں منتقل کیا **وبتطور الجراحة سريعا نجد ان حنين بن اسحاق العبادی قام بترجمة كتب الجراحة والولادة التی الفها الجراح بولس الاحنطی (لمحة عن الجراحة فی فجر الاسلام دكتور هنری أمين عوض مصر)** مقصود یہ ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ فن طب میں اہل اسلام کا کوئی حصہ نہیں بلکہ مسلمانوں میں بڑے بڑے طبیب گزرے ہیں جو طب کے ہر شعبے میں ماہر تھے یہاں یہ بیان کرنا مقصود نہیں۔

آپریشن (surjery) عربی میں جراحۃ کہتے ہیں جُرح اور جراحۃ کا معنیٰ آتا ہے زخم، گوشت کا چیرنا اور جراح کہا جاتا ہے زخم کی دواء کرنے والا یعنی سرجن (لغات الحدیث جلداول س ۲۸۴)

کیا ڈاکٹر کے لئے آپریشن سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے

اگر ڈاکٹر کی رائے کے مطابق زیرعلاج مریض کا آپریشن ضروری ہو تو ڈاکٹر کو چاہئے کہ وہ مریض یا مریض کے قریبی رشتہ داروں سے آپریشن کی اجازت لے اگر اجازت لینا ممکن ہو (عموماً ڈاکٹر مریض کا بغیر اجازت کے آپریشن نہیں کرتا) اگر اجازت لئے بغیر ڈاکٹر نے آپریشن کرڈالا اور آپریشن ناکام ہوا اور وہ آپریشن مھلک ثابت ہوا جس سے مریض فوت ہوگیا یا وہ عضوء جس کا آپریشن کیا ہے وہ بے کار ہوگیا تو ایسی صورت میں ڈاکٹر (سرجن) مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ذمہ دار ہوگا

اگرچہ وہ ڈاکٹر قانونی طور پر آپریشن کا مجاز ہو اور تجربہ بھی رکھتا ہو تب بھی ضامن ہوگا اس لئے خود مریض سے یا اس کے اولیاء سے اجازت لینا ضروری ہے اگرچہ ولایت کا تعلق تو دراصل نکاح کے ساتھ ہے لیکن فقہاء کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج اور جسمانی تصرف کے باب میں بھی اس کو اہمیت کچھ کم نہیں دی گئی ہے چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے **قال اقطع يدی فقطعه لا شیء عليه (بزازيه جلد ٦ ص ٣٨٣)**

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ کاٹ لو اس نے کاٹ لیا تو کاٹنے والے پر کچھ ضمان نہیں ہوگا ضمان اس لئے نہیں ہے کہ اس نے صراحۃ اجازت دی ہے اگر بغیر اجازت کاٹتا تو دیت لازم ہوتی

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ **وان اختن صبیا بغیر اذن ولیه فسرت جنایة ضمن لانه قطع غیر مأذون فیه (المغنی جلد ۵ ص ۳۱۳)**

(ترجمہ): اگر ولی کی اجازت کے بغیر بچہ کا ختنہ کیا اور اس کا زخم پھیل گیا تو وہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس نے بغیر اجازت کے کاٹا ہے

عبدالقادر عودہ تحریر کرتے ہیں کہ مریض کے جسم میں قطع وبرید وغیرہ کا ایسا عمل جس سے اس کو نقصان پہنچ سکتا ہے اگر مریض یا مریض کے متعلقین اجازت کے بغیر انجام دیا گیا جب کہ وہ موجود ہیں اور ان سے اجازت لینا ممکن بھی ہو تو طبیب کی مہارت کے باوجود نقصان کی صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا

اجازت کی صورت: یہ ہوتی ہے کہ سرجن ڈاکٹر مریض سے یا اس کے وارث اور ولی سے اجازت نامے پر دستخط لے لیتا ہے جب تک اس پر دستخط نہ ہو ڈاکٹر سرجری شروع نہیں کرتا اجازت نامے کا نمونہ کچھ یوں ہوتا ہے

۷۸۶

رضامندی برائے آپریشن

ہارٹس انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی

میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے عارضہ میں مبتلاء ہوں۔

جس کے لئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپریشن تجویز کیا گیا ہے۔ مجھے ڈاکٹر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے اس آپریشن کے بارے میں جملہ فوائد اور خدشات سے جن میں جان کا خطرہ اور جسمانی معذوری بھی شامل ہے آگاہ کردیا ہے۔ میں ہارٹس انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی میں اس آپریشن اور اسی دوران حسب ضرورت دوسرے متعلقہ طریقہ کار اور اضافی آپریشن کے لئے ہر قسم کی بے ہوشی میں پورے طور پر تیار اور رضاءمند ہوں۔ مجھے اس سلسلے میں قطعی طور پر کوئی گارنٹی نہیں دی گئی کہ آپریشن اور دوسرا طریقہ کار یا عمل بے ہوشی کوئی خاص ڈاکٹر ہی کرے گا۔

مریض کے دستخط اور تاریخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر یا وارڈ سسٹر کے دستخط اور تاریخ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اجازت کے مسائل:

میڈیکل سرجری کے لئے اجازت دینے کی دو قسمیں ہیں (۱) اذن مطلق (۲) اذن مقید

پہلی قسم: اذن مطلق یہ وہ اذن ہے کہ مریض ڈاکٹر سے کہے کہ آپ جو بھی مرض پائیں اس کا جس طرح بھی علاج کرسکتے ہیں میری طرف سے اجازت ہے یہ اجازت آپریشن کو بھی شامل ہوگا مطلق ہونے کی وجہ سے۔ اگر ایسا مرض ہو جس میں آپریشن کی ضرورت

ہوتو ڈاکٹر آپریشن کرنے کا مجاز ہوگا

دوسری قسم : اذن مقیدوہ اذن ہے کہ مریض ڈاکٹر کو کسی خاص مرض کی سرجری کرنے کی اجازت دیں

مسئلہ: مریض کی اجازت قبول کرنے کے لئے بھی دوشرطیں ہیں

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اذن کا اہل ہو یعنی عاقل بالغ ہو اور ہوش کی حالت میں اجازت دیں تب اس کی اجازت معتبر ہوگی

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مریض ابتداءً اذن پر قادر ہو اگر مریض میں یہ دوشرطیں پائی جاتی ہیں تو اس کے اولیاء کی اذن معتبر نہ ہوگی مریض سے صراحۃ اجازت لینا ضروری ہوگا

مسئلہ: ولی کی ولایت تب معتبر ہوگی جب مریض اذن کی اہلیت نہ رکھتا ہو اولیاء میں اذن کی ترتیب باعتبار عصبات کے ہوگی جیسے ولایت نکاح میں ہوتا ہے ولی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ اس میں بھی اہلیت ہو یعنی عاقل بالغ ہو لھذا نابالغ اور مجنون کی اذن کا اعتبار نہ ہوگا

مسئلہ: ولی یا مریض جب اجازت دے تو ایسے الفاظ سے اجازت دیں جو سرجری پر صراحۃ دلالت کررہے ہوں یا وہ الفاظ ہوں جو سرجری کی اجازت کے قائم مقام ہو اور ساتھ اس کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ مریض جس سرجری کی اجازت دے رہا ہے وہ شرعا جائز بھی ہو

علامہ وھبۃ الزحیلی مدظلہ العالی لکھتے ہیں (۱) يشترط إذن المريض اذا كان تام الأهلية ، فاذا كان عديم الاهلية أو ناقصها اعتبر اذن وليه ،حسب ترتيب الولاية الشرعية ووفقاً لاحكامها التى تحصر تصرف الولى فيما فيه منفعة المولىٰ عليه ومصلحته ورفع الاذىٰ عنه علىٰ انه لا عبرة بتصرف الولى فى عدم الاذن اذا كان واضح الضرر بالمولىٰ عليه وينتقل الحق الىٰ غيره من الاولياء ثم الىٰ ولى الامر (الفقه الاسلامى وادلته جلد ۷ ص ۵۲۰۵ طمكتبه رشيديه كوئٹه)

ضرورت کی بناء پر بلا اجازت آپریشن :۔

اگر مریض یا اس کے اولیاء واعزہ سے آپریشن کی اجازت لینا ممکن نہ ہو اور مرض کی نوعیت ایسی ہو کہ بغیر آپریشن کے کوئی چارہ نہ ہو اور مزید تاخیر کرنے کی گنجائش بھی نہ ہو تو ڈاکٹر کے لئے اس صورت میں بغیر اجازت کے آپریشن کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ ممکن حد تک نفس انسانی کو بچانے کی کوشش کرنا خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے گو وہ انسان کی طرف سے ماذون نہیں لیکن شارع کی طرف سے ماذون یافتہ تصور ہوگا انسانی جان کو بچانے کی کوشش کس درجے کا اہم فریضہ ہے اس کا اندازہ اس مسئلے سے کیا جاسکتا ہے جسے علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں ان اضطر الىٰ طعام وشراب لغيره فطلبه منه فمنعه اياه مع غنائه عنه فى تلك الحال فمات بذلک ضمنه المطلوب منه (المغنى جلد ۸ ص ۲۳۸)

ترجمہ : اگر کوئی آدمی دوسرے کے کھانے یا پینے کی چیز کی طرف مضطر ہوگیا اور اس سے وہ چیز طلب کی اس نے اس وقت مستغنی

ہونے کے باوجود منع کردیا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو جن صاحب سے مانگا تھا وہ ضامن ہونگے۔اسی طرح اگر کسی شخص کو موقع ہلاکت میں دیکھ کر باوجود قدرت وطاقت کے اس کو بچانے کی کوشش نہ کی تو گناہ گار تو ہوگا ہی بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو انسانی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے اس کا ضمان بھی ادا کرنا ہوگا

اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر کو ایسے موقع پر غفلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ اگر آپریشن سے اس کی جان بچ سکتی ہو تو بلا اجازت بھی مریض کا آپریشن ڈاکٹر کرسکتا ہے

ڈاکٹر کا بلاضرورت آپریشن کرنا

بسا اوقات مرض ایسا ہوتا ہے کہ بغیر آپریشن بھی اس کا علاج موجود ہوتا ہے ایسی صورت میں ڈاکٹر کا مریض کو آپریشن کرنے کا مشورہ دینا یا اس کے لئے اپریشن تجویز کرنا جائز نہیں ہے ہمارے معاشرے میں ایسے بے شمار ڈاکٹر موجود ہیں جن کا مقصد صرف اور صرف پیسہ کمانا ہوتا ہے حالانکہ ایک معالج (ڈاکٹر) کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا مقصد اصلی مال کمانا نہ ہو بلکہ ایک انسان کی جان بچانا وہ اپنا فریضہ سمجھے اور حب مال میں اندھے پن سے اجتناب کرے ایک سرجن کے لئے ایسا آپریشن کرنا ہرگز جائز نہیں ہے جہاں پر دوسرے طریقے سے علاج بغیر آپریشن کے موجود ہو

ایسے بے شمار سرجن ہیں جو بغیر ضرورت کے صرف اور صرف پیسوں کی خاطر غریبوں کو لوٹتے ہیں اگر چہ ڈاکٹر اور سرجن کے لئے علاج ومعالجے پر مناسب فیس لینا بالکل جائز ہے لیکن بعض افراد حب مال میں اس قدر اندھے ہوجاتے ہیں کہ اس مقدس پیشے کو صرف تجارت اور کاروبار بنالیتے ہیں۔ حالانکہ یہ شعبہ دکھی انسانیت کی خدمت کا شعبہ ہے حضور ﷺ کے ارشادات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک انسان کی خیر خواہی اور خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک پسندیدہ عمل ہے

ڈاکٹر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس پسندیدہ عمل کو دیانتداری سے انجام دے کیونکہ اگر ڈاکٹر مریض کو سرسری طور پر دیکھ کر ادھر ادھر کی دوائی لکھ کر ٹرخا دے یا پھر دوائی سے علاج ہوسکتا تھا زیادہ رقم وصول کرنے کی غرض سے آپریشن تجویز کرڈالا۔ یا سرکاری ہسپتال میں مریض داکٹر کے پاس آیا وہاں پر اس کے علاج معالجے کی سہولیات موجود بھی ہیں لیکن ڈاکٹر نے فیس وصول کرنے کی غرض سے مریض کو پرائیویٹ کلینک پر آنے کو کہا تو ایسا کرنا بدترین خیانت ہے

حب مال سے مغلوب افراد عوام کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے عوام کو لوٹتے ہیں جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں

(۱) بلاضرورت صرف رقم کی خاطر آپریشن کو لازم کردینا

(۲) گردوں کی چوری

(۳) بلاضرورت کمیشن کی خاطر ایکسرے اور مختلف ٹیسٹ تجویز کرنا

(۴) کمیشن کی خاطر مریضوں کو بلاضرورت دوائی دینا یا تجویز کرنا

(۵) سرکاری ہسپتال میں کام کرنے والے ڈاکٹرز کا مریض سے علاج اور اپریشن کا معاوضہ لینا

(۶) سرکاری ہسپتال میں علاج ممکن ہے لیکن پرائیویٹ کلینک میں علاج کے لئے مریض کو مجبور کرنا

(۷) سرکاری ہسپتال سے ڈیوٹی کے دوران غائب رہنا اور پرائیویٹ کلینک میں علاج معالجہ کا کام کرنا

(۸) مریض سے بار بار مشورہ فیس لینے کی غرض سے بار بار بلاضرورت مشورہ کے لئے بلانا

(۹) کمیشن کی خاطر غیر معیاری ادویات تجویز کرنا

(۱۰) غلط میڈیکل سرٹیفکیٹ جاری کرنا

(۱۱) پوسٹ مارٹم رپورٹ غلط لکھنا

(۱۲) موثر اور سستی ادویات کی موجودگی میں دواء ساز کمپنی سے گفٹ یا کمیشن کی وصولی کی خاطر اس کی مہنگی ادویات مریض کو دینا یا تجویز کرنا

یہ تمام صورتیں حب مال کے کرشمے اور باطل طریقے پر دوسروں کا مال کھانے کے ذرائع ہیں

آپریشن سے پہلے مریض کو بے ہوش کرنا

مسئلہ: جو چیز نجس العین ہے یعنی خود ناپاک ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، شراب، مردار اور اس کا گوشت چربی وغیرہ اور خنزیر کا گوشت وغیرہ اس کا نہ تو خارجی استعمال درست ہے اور نہ ہی داخلی استعمال درست ہے

نشہ آور ادویات کا بھی یہی حکم ہے ان کو بلاضرورت استعمال نہ کریں ایسی ادویات جو نشہ لانے کے لئے ہوتی ہیں ان میں بھی الکحل ملی ہوتی ہے اور الکحل جو انگور سے تیار کیا ہوا ہو وہ بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے عام حالات میں ان کا استعمال درست نہیں البتہ بطور علاج کے بوقت ضرورت استعمال درست ہے

سرجن حضرات آپریشن سے پہلے مریض کو بے ہوش کرتے ہیں جس کے مختلف طریقے ہوتے ہیں بعض اوقات پورے جسم کو بے ہوش کیا جاتا ہے جبکہ بسا اوقات صرف اس حصے کو سن کیا جاتا ہے جس کا آپریشن ہو رہا ہوتا ہے پھر یہ بے ہوشی تو بسا اوقات کم وقت کے لئے ہوتی ہے اور بسا اوقات زیادہ دیر کے لئے عموماً انجکشن لگا کر مریض کو بے ہوش کیا جاتا ہے جس کے بعد دوران آپریشن مریض کو تکلیف کا احساس نہیں ہوتا بلکہ تمام مروجہ طریقہ ہائے علاج ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، اور یونانی علاج میں استعمال ہونے والی ادویات مختلف اجزاء سے مل کر تیار ہوتی ہیں جن میں جڑی بوٹیاں، معدنیات، نسواڈز، انسانی اور حیوانی اجسام سے نکلنے والے مختلف مواد اور رطوبتیں، سارکوڈز انسانی اور حیوانی اجسام کے مختلف بیمار حصے اور مواد، تیز اور ہلکی ہریں اور دیگر مختلف چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کو مختلف کیمیکل کے مراحل اور تبدیلیوں سے گزار کر ادویاتی معیار پر لایا جاتا ہے جو صحت انسانی کا باعث بنتی ہیں اور بعض دوائیاں صرف بے ہوشی اور غنودگی پیدا کرنے کے لئے تیار کی جاتی ہیں جو دوران سرجری یا پھر شدت مرض کے وقت مریض کو سلانے کی غرض سے استعمال ہوتی ہیں بوقت ضرورت ان دوائیوں کو بطور علاج کے تو استعمال کر سکتے ہیں مثلاً سرجری کے دوران لیکن اس کے علاوہ ان دوائیوں کو کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان دوائیوں میں نشہ ہوتا ہے اور حضور ﷺ نے ہر نشہ کی چیز کو حرام قرار دیا

ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے (کل مسکر حرام) بخاری شریف کتاب الاحکام باب امر الولی اذا اوجہ امیرین الی ان یتطاوعا جلد)

دوران بے ہوشی قضاء شدہ نمازوں کا حکم

آپریشن کے لئے مریض کو بے ہوش کرنے میں ڈاکٹرز حضرات کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ معاملے کا بغور جائزہ لیں اگر نماز کا وقت قریب ہو تو آپریشن کو لیٹ کر لے تاکہ مریض نماز پڑھ سکے اگر نماز میں وقت کافی ہو اور آپریشن لیٹ کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ڈاکٹر آپریشن کا عمل شروع کر دے مریض کو ڈاکٹر نے آپریشن کے لئے بے ہوش کیا اور اسی بے ہوشی میں کئی نمازیں قضاء ہوگئی تو کیا مریض ان نمازوں کی قضاء کرے گا یا نہیں؟

اگر بے ہوشی کی حالت میں پانچ یا پانچ سے کم نمازیں رہ گئی تو مریض ان نمازوں کی قضاء کرے گا ان نمازوں کی قضاء اس کے ذمے لازمی ہے لیکن اگر بے ہوشی لمبی ہو جائے اور اس دوران چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضاء ہو جائیں تو اس بارے میں اختلاف ہے بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ ایسا مریض جس کی بے ہوشی دوائی کی وجہ سے ہو اور پانچ نمازوں سے زیادہ ہو تو وہ ان نمازوں کی قضاء کرے گا

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے چنانچہ درمختار میں ہے: **ومن جن او اغمیٰ علیہ ولوبفزع من سبع او آدمی یوما ولیلۃ قضی الخمس وان زاد وقت صلاۃ سادسہ لا للحرج ولو افاق فی المدۃ فان لافاقتہ وقت معلوم قضیٰ والا لا . زال عقلہ ببنج اُو خمرٍ اُو دواء لزمہ القضاء وان طالت لانہ بصنع العباد کالنوم** (درمختار جلد ۲ ص ۶۹۲ باب صلاۃ المریض) اور جو مجنون ہوا یا اس پر بے ہوشی طاری ہوئی اگرچہ کسی درندے یا آدمی سے ڈر کر ایک دن اور رات بے ہوشی رہی اور اگر چھٹی نماز کا وقت زیادہ ہو گیا تو اس کی قضاء نہیں حرج کی وجہ سے اگر اس دوران اس کو افاقہ بھی ہوا تو اگر افاقہ کی مدت معلوم ہو تو پھر تو ان نمازوں کی قضاء کرے گا ورنہ نہیں کرے گا کسی کی عقل بنگ پینے سے یا شراب یا دواء پینے سے زائل ہوگئی (یعنی بے ہوشی طاری ہوگئی) تو اس کے ذمہ قضاء لازم ہوگی اگرچہ یہ بے ہوشی لمبی ہو (پانچ نمازوں سے زیادہ ہو) کیونکہ یہ بیہوشی بندے کے اپنے فعل کی وجہ سے ہے نیند کی طرح۔

الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے **ومن استتر عقلہ بسکر حرامٍ کالخمر ونحوہ فانہ یجب علیہ قضاء ما فاتہ من الصلاۃ اثناء سکرہ وکذا من استتر عقلہ بدواء مباح کالبنج اذا استعملہ بقصد السکر فانہ یجب علیہ القضاء علیٰ الراجح** (الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ا ص ۴۲۸ ط وحیدی کتب خانہ پشاور) اور جس کی عقل پر پردہ پڑ گیا حرام نشہ کی وجہ سے جیسے شراب اور اس جیسی دوسری چیزیں تو اس پر ان نمازوں کی قضاء واجب ہوگی جو نشے کے دوران فوت ہوئی ہیں اور اسی طرح جس کی عقل پر پردہ پڑ گیا مباح دواء کی وجہ سے جیسے بنگ جب اس کو استعمال کیا ہو نشہ کے ارادے سے تو اس پر ان نمازوں کی قضاء واجب ہوگی صحیح قول کے مطابق۔

لیکن امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر دوائی کھانے سے نشہ آگیا اور بے ہوشی طاری ہوگئی تو پانچ سے زیادہ نمازیں بے ہوشی کی حالت میں رہ جائے تو اس کی قضاء اس کے ذمے نہیں ہے یعنی اس کی قضا نہیں کرے گا قال فی الشامیہ : **وعند محمدؒ یسقط**

القضاء بالبنج والدواء لانه مباح صار كالمريض كما فى البحر وغيره والظاهر أن عطف الدواء على البنج عطف تفسير وأن المراد شرب البنج لأجل الدواء أما لوشربه للسكر فيكون معصية بصنعه الخمر (رد المحتار جلد ۲ ص ۶۹۲ ط مكتبه رشيديه كوئٹه) اورامام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قضاء ساقط ہوجائے گی بنگ اوردواء پینے سے اس لئے کہ بنگ مباح ہے یہ مریض کی طرح ہوگا جیسے کہ بحر وغیرہ میں ہے اورظاہر یہ ہے کہ دواء کا بنگ پر عطف یہ عطف تفسیر ہے اورمراد بنگ کے پینے سے دوائی کے لئے پینا مراد ہےاوراگرکسی نے نشے کے لئے بنگ پی تو یہ گناہ اورمعصیت ہے اپنے اختیار سے جیسے شراب پیناہے

راجح تو یہی ہے کہ مریض جو بے ہوش ہے دوائی کی وجہ سے اس کے ذمے پانچ سے زیادہ نمازیں بے ہوشی کی وجہ سے رہ جائے توان کی قضاء نہیں ہے البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں کی قضاء کرلے کیونکہ اتنی لمبی بے ہوشی آپریشن کے لئے شاذ ونادر ہی ہوتی ہے

احسن الفتاویٰ میں ہے

بے ہوشی میں فوت شدہ نمازوں کا حکم

سوال: آپریشن کے لئے مریض کو بے ہوش کیا جاتا ہے تو کیا بے ہوشی کی حالت میں اس کی جو نمازیں قضاء ہوں گی ان کی قضاء ضروری ہے ؟ بینواوتوجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر بیہوشی ایک دن رات یا اس سے کم رہی تو اس وقت کی نمازیں قضاء کی جائیں گی اوراگر چھٹی نماز کا وقت بھی بے ہوشی کی حالت میں گزرجائے تو اس صورت میں اختلاف ہے اس لئے قضاء کرلینا بہتر ہے، یہ حکم اپنے اختیار سے بے ہوش کرنے کا ہے، قدرتی بے ہوشی میں اگر پانچ نمازوں سے زیادہ قضاء ہوگئیں تو بالاتفاق ان نمازوں کی قضاء معاف ہے قال فی التنویر: ومن جن او اغمى عليه ولوبفزع من سبع او آدمى يوما وليلة قضى الخمس وان زاد وقت صلاة سادسه لا للحرج ولو افاق فى المدة فان لافاقته وقت معلوم قضىٰ والا لا . زال عقله ببنج أو خمرٍأو دواء لزمه القضاء وان طالت وفى الشرح لانه بصنع العباد كالنوم

وفى الشاميه : اى وسقوط القضاء عرف بالأثر اذا حصل بآفة سماوية فلا يقاس عليه ما حصل بفعله وعند محمدؒ يسقط القضاء بالبنج والدواء لانه مباح صار كالمريض كما فى البحر وغيره والظاهر أن عطف الدواء على البنج عطف تفسير وأن المراد شرب البنج لأجل الدواء أما لو شربه للسكر فيكون معصية بصنعه كالخمر (ردالمحتار ص ۵۶۳ جلدا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ جلد۴ ص ۵۲ طایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

دوران سرجری انتقال خون یعنی خون کا چڑھانا

اکثر آپریشن ایسے ہوتے ہیں جسمیں دوران سرجری خون کی ضرورت پڑتی ہے چونکہ سرجری کرتے وقت مریض کا کافی خون بہ جاتا ہے تو مریض کی جان کو بچانے کے لئے خون دینا لازمی ہو جاتا ہے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر چھوٹا آپریشن ہو تو خون کی ضرورت نہیں بھی پڑتی اگر اس دوران مریض کو خون نہ چڑھایا تو اس کی جان جانے کا خطرہ بلکہ بسا اوقات موت یقینی ہو جاتی ہے اس لئے اکثر سرجن حضرات آپریشن سے پہلے مریض کا خون گروپ ٹیسٹ کرتے ہیں اور پھر آپریشن سے پہلے ہی وہی خون مریض کے اولیاء کے ذمے پہنچانا لازمی ہوتا ہے

انسانی خون:

انسان کا خون بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک حصہ مائع، دوسرا حصہ خلیات، یہ خون کے ذرات بناتے ہیں مائع کو پلازما کہا جاتا ہے جس میں تقریباً ۹۰ فیصد پانی اور دس فیصد خون میں تین طرح کے خلیات پائے جاتے ہیں

(۱) سرخ ذرات Red blood cells

(۲) سفید ذرات White blood cells

(۳) پلیٹیلیٹس Platelets

خون کے سرخ خلیوں میں ایک خاص قسم کا مادہ ہیموگلوبن ہوتا ہے جو جسم کے مختلف حصوں میں آکسیجن کی ترسیل کا کام کرتا ہے یہ مادہ آئرن (Haem) اور پروٹین (Globin) سے مل کر بنتا ہے۔ خون میں ہیموگلوبن کی کمی ہی دراصل Anaemia یا خون کی کمی کہلاتی ہے خون کے سرخ ذرات کا دورانیہ حیات ایک سو بیس دن ہے۔ خون کے سفید ذرات پانچ قسم کے ہوتے ہیں جن کا بنیادی کام بیماریوں کے خلاف تحفظ فراہم کرنا ہے ان میں سے بعض ذرات اینٹی باڈیز بناتے ہیں۔ بعض ذرات بیکٹریا، دوسرے خورد بینی جانداروں اور ضعیف خلیوں کو نگل لیتے ہیں، بعض ذرات وائرس اور طفیلیوں (parasites)) کے خلاف تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ اور بعض ذرات الرجی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، خون میں سفید خلیوں کی کمی مدافعتی نظام کو کمزور کر دیتی ہے اور جسم مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے

ایڈز کے مرض میں ایچ آئی وی وائرس جسم کے سفید خلیوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور ان کی شدید کمی کا باعث بنتا ہے اس طرح جسم کی قوت مدافعت تقریباً ختم ہو جاتی ہے اور جسم بیماریوں کا مرقع بن جاتا ہے

• ہمارے ہاں بوقت ضرورت خون کا حاصل کرنا ایک دشوار مرحلہ ہوتا ہے یعنی کوئی خون دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کی ایک بڑی وجہ خون کے بارے میں عوام الناس کے ہاں درست اور صحیح معلومات کی عدم دستیابی ہے جس کی وجہ سے لوگ خون دینے سے ڈرتے ہیں وجہ بعض وہ سنی سنائی باتیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں مشہور ہوگئی ہیں جن کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خون دینے سے انسان کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آیئے اس بارے میں چند ضروری وضاحتیں کرتے ہیں جو مختلف سینئر ڈاکٹر صاحبان سے حاصل کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے بعد ان شاء اللہ حصول خون کا

مسئلہ کسی حد تک آسان ہو جائے گا۔

(۱) ۱۸ سال سے لے کر ۶۵ سال تک ہر صحت مند انسان خون کا عطیہ دے سکتا ہے

(۲) ہر شخص بغیر کسی تکلیف کے ہر تین ماہ بعد خون کا عطیہ دے سکتا ہے

(۳) ہر انسان میں تقریباً پانچ لیٹر خون ہوتا ہے

(۴) ہر انسان میں آدھا لیٹر خون ایسا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ریزر کے طور پر رکھا ہے جو کسی کی جان بچانے کے لئے دیا جاسکتا ہے

(۵) ہر خون دینے والے سے ہمیشہ آدھے لیٹر سے بھی کم خون لیا جاتا ہے

(۶) خون کے بیشتر اجزاء ایسے ہوتے ہیں جو خون دینے کے بعد ۲۴ سے ۴۸ گھنٹے کے اندر پورے ہو جاتے ہیں

(۷) خون کے وہ تمام اجزاء جن کی زندگی قلیل ہوتی ہے تمام عمر جسم میں بنتے رہتے ہیں۔

(۸) آٹھ بار سے زیادہ خون دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۹) نشئی اور مختلف بیماریوں میں مبتلاء لوگوں کا خون ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔

(۱۰) درست طریقے سے محفوظ کیا گیا معیاری بلڈ بینک کا خون ۲۲ دن تک قابل استعمال ہوتا ہے

ہر انسان کے بدن میں تین بوتل اضافی خون کا ذخیرہ ہوتا ہے۔ ہر تندرست فرد ہر تیسرے مہینے خون کی ایک بوتل عطیہ میں دے سکتا ہے جس سے اس کی صحت پر مزید بہتر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا کولیسٹرول بھی قابو میں رہتا ہے۔ تین ماہ کے اندر ہی نیا خون ذخیرے میں آجاتا ہے، اس سلسلے میں ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ نیا خون بننے کے ساتھ ساتھ بدن میں قوت مدافعت کے عمل کو بھی تحریک ملتی ہے۔ مشاہدہ ہے کہ جو صحت مند افراد ہر تیسرے ماہ خون کا عطیہ دیتے ہیں وہ نہ تو موٹاپے میں مبتلاء ہوتے ہیں اور نہ انہیں جلد کوئی اور بیماری لاحق ہوتی ہے۔ لیکن انتقال خون سے پہلے خون کی مکمل جانچ پڑتال ضروری ہے۔ کیونکہ بہت سی مہلک بیماریاں جیسے ایڈز اور ہیپاٹائٹس جیسے امراض انتقال خون کی وجہ سے ایک دوسرے تک منتقل ہوتے ہیں

انتقال خون کی تاریخ:

یورپ میں آپس کی جنگوں کے دوران ایک فرانسیسی نے انتقال خون کی پہلی کوشش کی لیکن وہ زیادہ کامیاب نہیں ہوئی۔ اس وقت تک خون کے گروپ اے، بی، اے بی اور او کا علم نہیں ہوا تھا اور نہ ان کی ذیلی مثبت اور منفی اجزاء کا علم تھا۔ جیسے جیسے طبی علوم میں ترقی ہوتی رہی خون کے گروپ ان کے دیگر فیکٹرز اور ان میں مطابقت کا انکشاف ہوتا رہا۔ کہ کون سے گروپ والا کس فیکٹر کے حامل کو خون عطیہ میں دے سکتا ہے۔ جس سے متعلقہ فرد کے بدن میں کوئی رد عمل نہ ہو۔ ۱۹۳۰ میں انتقال خون کے سلسلے میں سکی فوسکی انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنس نے ماسکو میں ایک انوکھا تجربہ کیا، ایک ساٹھ سالہ فرد جو ایک حادثہ میں مر چکا تھا ۱۲ گھنٹے کے اندر اس کا خون ایک ایسے نوجوان کے بدن میں منتقل کر کے اس کی جان بچالی گئی جس نے اپنی دونوں کلائیاں کاٹ کر خودکشی کی کوشش کی تھی۔ اس طرح پھر ۱۹۳۳ میں مینوکلینک، انگلستان میں کیمکل اسٹریٹ ڈالا ہوا خون مریضوں میں منتقل کیا گیا، ۱۹۳۶ میں اسپین میں خون بنک کے موبائل وین کے ذریعے خون ہسپتالوں میں پہنچایا جانے لگا ان موبائل وینز میں خون کو دیر تک کارآمد رکھنے کے آلات لگے ہوئے تھے ۱۹۳۹

میں انگلستان کے ایک ڈاکٹر فلپ نے خون میں اینٹی باڈی کا موروثی طور پر منتقل ہونا دریافت کیا۔۱۹۴۰ ڈاکٹر ایڈنون کوہن نے خون کے مختلف حصوں مثلاً پلازما اور سرخ خلیوں کو علیحدہ کرنے اور سٹور کرنے کے طریقے معلوم کئے۔ پھر ۱۹۴۱ میں ریڈ کراس نے بلڈ بنک کے قیام کا آغاز کیا۔اس کے بعد ۱۹۴۳ میں ڈاکٹر ہال بی س نے انکشاف کیا کہ یرقان یا ہپاٹائٹس کے امراض کا خون ایسے امراض سے مبرا مریضوں میں منتقل کرنے سے ان میں عطیہ خون کے ساتھ عطیہ امراض بھی منتقل ہو جاتا ہے ۱۹۴۸ میں ڈاکٹر کیری والٹر نے خون کی بوتلوں کی جگہ پلاسٹک کی تھیلیوں کا استعمال شروع کیا

بلڈ بنک:

دنیا کے پہلے بلڈ بنک کے قیام کا سہرا ایک کینڈین ڈاکٹر نارمل بیتھیون کے سر ہے۔جس نے ہسپانوی جنگ کے دوران اسے قائم کیا۔اس کے بعد پہلی جنگ عظیم کے دوران بنک میں اسٹور کئے گئے خون کو زخمیوں کی جان بچانے کے لئے استعمال کیا گیا۔البتہ باقاعدہ رضا کارانہ طور پر خون کے عطیات اسٹور کرنے کے لئے پہلا بلد بنک ۱۹۲۲ میں انگلستان میں قائم ہوا تھا۔سویت یونین دنیا کا پہلا ملک تھا جس نے ہسپتالوں میں داخل مریضوں کو فراہمی خون کے لئے دنیا کا پہلا خون بنک قائم کیا

بلڈ گروپ:

اس وقت انسانی خون کی ۲۹ مختلف سسٹم (system) کے تحت درجہ بندی کی جا سکتی ہے، جس میں روزمرہ زندگی میں ABO اور Rh (یعنی Rhesus) سسٹم سب سے زیادہ استعمال ہوتے ہیں ABO سسٹم میں خون کے چار گروپ ہوتے ہیں یعنی A, B, AB اور O جبکہ Rh سسٹم ان ہی چار گروپ کو positive یا negative میں تقسیم کر دیتا ہے جس سے آٹھ گروپ بن جاتے ہے

ABO سسٹم:

جن لوگوں کا بلڈ گروپ A ہوتا ہے ان کے خون کے سرخ خلیات RBC پر A اینٹی جن antigen موجود ہوتا ہے جب کہ ان کے پلازمہ میں این ٹی B این ٹی باڈی antibody پائی جاتی ہے جو حاملہ ماں سے اس کے بچے تک نہیں پہنچ سکتی؛
جن لوگوں کا بلڈ گروپ B ہوتا ہے ان کے خون کے سرخ خلیات RBC پر B اینٹی جن antigen موجود ہوتا ہے جبکہ ان کے پلازمہ میں این ٹی A antibody A این ٹی باڈی پائی جاتی ہے جو حاملہ ماں سے اس کے بچے تک نہیں پہنچ سکتی۔

جن لوگوں کا بلڈ گروپ AB ہوتا ہے ان کے خون کے سرخ خلیات RBC پر A اور B دونوں اینٹی جن antigen موجود ہوتے ہیں جبکہ ان کے پلازمہ میں دونوں اینٹی باڈی Aantibody نہیں پائی جاتی

جن لوگوں کا بلڈ گروپ O ہوتا ہے ان کے خون کے سرخ خلیات RBC پر دونوں اینٹی جن antigen موجود نہیں ہوتے جبکہ ان کے پلازمہ میں دونوں اینٹی باڈی antibody پائی جاتی ہے۔

Phenotype	Genotype
A	AA or AO
B	BB or BO
AB	AB
O	OO

اینٹی اے A این ٹی باڈی antibody خون کے ان سرخ خلیات RBC پر عمل کرتے ہیں، جن پر A اینٹی جن antigen موجود ہوتا ہے اور انہیں باہم چپکا agglutinate کر توڑنے کا سبب بنتی ہیں۔ اسی طرح اینٹی B اینٹی باڈی antibody بلڈ گروپ B کے سرخ خلیات کی دشمن ہوتی ہے۔

انتقال خون اور آر، ایچ، فیکٹر (R.H facter)

انتقال خون کے وقت آر، ایچ فیکٹر کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ یہ ایک مخصوص قسم کا اینٹی جن ہے جو ایک خاص قسم کے بندر کے خون میں پایا جاتا ہے۔ یہ فیکٹر ۸۵ فیصد انسانوں کے خون میں بھی پایا جاتا ہے لیکن ۱۵ فیصد لوگوں کے خون میں یہ اینٹی جن نہیں ہوتا اگر کسی ایسے مرد کی شادی جس کا خون (+HR) ہو ایسی عورت سے ہو جائے جس کا خون (-RH) ہو تو ایسے جوڑے سے پیدا ہونے والا بچہ خون کے لحاظ سے (+HR) ہوگا ایسی صورت میں ماں کے خون میں (-RH) کے مخالف اجزاء جنھیں اینٹی باڈیز کہا جاتا ہے پیدا ہو جائیں گے جو بچے کے خون میں داخل ہو کر خون کے سرخ زرات تباہ کرتے رہیں گے چنانچہ ایسی عورت کو اکثر اوقات اسقاط حمل ہو جاتا ہے اور یہ بار بار ہوتا ہے اگر بچہ صحیح سالم اور پورے دنوں کا پیدا ہو بھی جائے تو وہ کچھ عرصہ کے بعد مر جائے گا۔ ایسا بچہ ست، کمزور، زرد رنگ، یرقان والا تھیلیسیمیا کا مریض ہوگا۔ ایسے بچے کی جان بچانے کے مختلف طریقے ہیں کہ اس کو دو تین ماہ کے بعد تازہ (+RH) خون دیا جائے۔ سرکاری اور غیر سرکاری چلڈرن سینٹروں میں اس کا انتظام ہوتا ہے جہاں سے یہ خون دستیاب ہو سکتا ہے یا خود (+RH) گروپ کا آدمی تلاش کرنا پڑے گا۔

اسی طرح اگر آپریشن کے دوران کسی (-RH) والی عورت کو (+RH) خون مل جائے تو اس کے خون میں خون کے خلاف ایک اینٹی باڈیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر بعد میں پھر کبھی اس عورت کو خون دینے کی ضرورت پڑ جائے اور غلطی سے اسے (+RH) خون دے دیا جائے تو ردعمل سخت ہوگا جو جان لیوا بھی ہو سکتا ہے اس لئے لیبارٹری ٹیسٹ کے بغیر خون ہرگز استعمال نہ کیا جائے پرائیویٹ ہسپتالوں کو یہ ٹیسٹ توجہ سے کرنا چاہئے کیونکہ مریض اور اس کے لواحقین اس سے بے خبر ہوتے ہیں خون کے گروپ کے لحاظ سے ان میں مطابقت اور احتیاط نہایت ضروری ہے کیونکہ ہر انسان میں ایک ہی قسم کا خون نہیں ہوتا اس لئے یہ جانے بغیر کہ دو افراد کا خون ایک دوسرے سے مطابقت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ بغیر سوچے سمجھے ایک فرد کا خون دوسرے کے جسم میں منتقل کر دینا جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے

خون کے استعمال کا شرعی حکم: خون ان چار اشیاء میں سے ہے جن کی حرمت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ)(سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۷۳) ترجمہ: بے شک (اللہ نے) تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کا نام پکارا جائے، جو کوئی مجبور ہو وہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

عام حالات میں انسانی خون کے استعمال کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے البتہ اضطراری حالت میں قرآن مجید میں اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لئے اگر کسی شخص کو خون کی ضرورت نہیں ہے مثلاً طاقت کے لئے کوئی شخص خون چڑھاتا ہے تو اس کی اجازت ہرگز نہیں ہے اس صورت میں خون چڑھانا حرام ہوگا

فتاویٰ محمودیہ میں ہے۔ سوال[۸۸۳۶] شرعاً ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں بطور علاج داخل کیا جاسکتا ہے یا نہیں، جبکہ ڈاکٹروں کی رائے میں مریض کی جان بچنا مشکل ہو رہی ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً: ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں داخل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اس میں جزء انسانی سے انتفاع لازم آتا ہے اور جزء انسانی سے انتفاع حرام ہے

(قولہ: وان حرم استعمالہ) أی استعمال جلدہ أو استعمال الآدمی بمعنی اجزاءہ وبہ یظہر التفریع بعدہ (شامی جلد اص ۱۸۸)

البتہ اگر اس کے بغیر جان بچنا دشوار ہو تو بقدر ضرورت اس کی اجازت ہوگی (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱۸ ص ۳۳۰ ط دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا (یعنی استعمال کرنا) دو وجہ سے حرام ہے (۱) خون انسان کا ایک جزء ہے اس لئے واجب التکریم ہے (۲) انسان کا خون بدن سے نکال لیا جاوئے تو وہ نجس ہے لھذا عام حالات میں جب کہ کوئی اضطراری صورت نہ ہو آیت قرآنی حرمت علیکم المیتۃ والدم کے پیش نظر اس کا استعمال حرام ہوگا البتہ جب کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو تو ایسی اضطراری حالت میں بقدر ضرورت مریض کو خون دینا جائز ہے، اور ایسی اضطراری صورت میں کوئی مسلمان دوسرے کو (یعنی مریض کو) اپنا خون مفت دے تو اس کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ خود کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو۔ محض منفعت یا زینت یا قوت وطاقت بڑھانا مقصود ہو تو ایسی صورت میں خون استعمال کرنا اور خون دینا ہرگز جائز نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱۰ ص ۱۷۴ ط دار الاشاعت کراچی پاکستان طباعت ۲۰۰۳ مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری")

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب لکھتے ہیں۔ انسانی خون یا اجزاء کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اہل علم کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ تمام انسانی اجزاء کے استعمال کا حکم خواہ وہ انسان مسلم ہو یا غیر مسلم دوسری سب چیزوں کے احکام سے مختلف ہے یعنی احترام انسانیت کی وجہ سے عام حالات میں انسان کے تمام اجزاء کا استعمال شرعاً ممنوع ہے، اسی بنیاد پر فقہاء نے انسانی جسم کے پاک اجزاء کا بھی (حتیٰ کہ باندی کے دودھ کا بھی) استعمال اور ان کی خرید وفروخت کو ناجائز بتایا ہے فقیہ ابن ھمام جیسے محقق فرماتے ہیں

لا یجوز بیعه ....اذا استغنیٰ عن الرضاع ،لایجوز شربه والانتفاع به یحرم (فتح القدیر جلد۲ص۲۰۱مطبوعہ مصر) جب بچہ کا کام انسانی دودھ کے بغیر چل سکتا ہوتو (یعنی مدت رضاعت کے بعد) بچے کے لئے بھی انسانی دودھ کا پینا جائز نہیں ہے جب پاک اجزائے انسانی کا یہ حکم بتایا گیا ہے تو وہ اجزاء جو ناپاک ہیں (مثلاً خون) ان کے استعمال سے تو اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ روکا جانا چاہئے ، پھر بظاہر اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے کہ کسی بھی حالت میں انسانی خون کے استعمال کی اجازت نہ ہو، لیکن چونکہ فقہائے متاخرین نے انسانی دودھ کے دواء کے طور پر استعمال کی اجازت دے دی ہے (دلیل آگے آرہی ہے) اس پر قیاس کرتے ہوئے عصر حاضر کے اکثر ممتاز علماء نے مثلاً مشہور فقیہ و محقق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (سابق مفتی اعظم پاکستان) نے بحالت اضطرار صرف مریض کی جان بچانے کی غرض سے کچھ شرطوں کے ساتھ جن میں سے دو اہم شرطیں یہ ہیں (۱) اس سے خون دینے والے کی جان یا صحت کو خطرہ پیش نہ آئے (۲) اور اس سے انسانی خون کی ارزانی (بیع وشراء کا دروازہ کھل جانے کا) اندیشہ بھی نہ ہو۔انسانی خون مریض کے بدن میں منتقل کرنے کو بھی جائز بتایا ہے مسئلہ چونکہ اہم اور تفصیلات طلب ہے اس لئے یہاں مفتی صاحب کی عبارت کا ایک طویل اقتباس نقل کیا جارہا ہے خون اگرچہ جزء انسانی ہے مگر اس کو کسی دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لئے انسانی اعضاء میں کانٹ چھانٹ اور آپریشن کی ضرورت نہیں پیش آتی ۔انجکشن کے زریعے خون نکالا اور دوسرے کے بدن میں ڈالا جاتا ہے اس لئے اس کی مثال دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسانی سے بغیر کانٹ چھانٹ کے نکلتا اور دوسرے انسان کا جزء بنتا ہے ------بوجہ ضرورت اس کے استعمال کی اجازت بچوں کے لئے دی گئی ہے اور علاج کے طور پر بڑوں کے لئے بھی جیسا کہ عالمگیری میں ہے ولا بأس بان یسعط الرجل بلبن المرأة ویشربه للدواء ... اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں، کیونکہ،،، جزء انسانی ہونے میں مشترک ہے فرق صرف یہ ہے کہ دودھ پاک ہے اور خون ناپاک،تو حرمت کی پہلی وجہ یعنی جزء انسانی ہونا تو یہاں وجہ ممانعت نہ رہی۔صرف نجاست کا معاملہ رہ گیا علاج ودواء کے معاملے میں بعض فقہاء نے خون استعمال کی بھی اجازت دی ہے اس لئے انسانی خون دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کا شرعی حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں تو جائز نہیں مگر علاج ودواء کے طور پر اس کا استعمال اضطراری حالت میں بلاشبہ جائز ہے اضطراری حالت سے مراد یہ ہے کہ مریض کی جان کا خطرہ ہو اور کوئی دوسری دواء اس کی جان بچانے کے لئے مؤثر یا موجود نہ ہو اور خون دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جن احادیث وآثار میں حرام سے شفاء نہ ہونے کی خبر دی گئی ہے (مثلاً شراب کو دواء کے بجائے حدیث میں داء (بیماری) بتایا گیا ہے اس میں اور فقہاء کے اس فیصلے میں بظاہر تضاد اور تخالف نظر آتا ہے مگر اللہ تعالیٰ خیر عطاء فرمائے علماء امت کو کہ انہوں نے اس کا حل بھی بتا دیا اور تضاد رفع کردیا اس بارے میں سب سے زیادہ سیر حاصل بحث علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی کی احقر کے مطالعے میں آئی اس کے بعض ضروری حصوں کو پیش کردینا شائد مناسب ہو والتداوی بمنزلة ،، ضرورة ،، وقد قال الله تعالیٰ وقد فصل لكم ما حرم عليكم الا ما اضطررتم اليه فما اضطر المرء اليه فهو غير محرم عليه من المأكل المشرب ..... وما روى عن النبى ﷺ ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم .. لو صح لم يكن فيه حجة لأن فيه الخمر ليست دواء و اذ ليست دواء فلا خلاف بيننا فى ان ما ليس دواء فلا

یحل تناوله اذا کان حراماً ..... وما اباحه الله تعالیٰ عند الضرورة فلیس فی تلک الحال خبیثا ..... لأن الحلال لیس خبیثاً ..... وقد جاء الیقین باباحة المیتة والخنزیر عند خوف الهلاک من الجوع فقد جعل تعالیٰ شفاء نا من الجوع المهلک فیما حرم علینا فی غیر تلک الحال .... فاذا اضطررنا الیه فلم یحرم علینا حینئذ بل هو حلال فهو لنا حینئذ شفاء

مذکورہ بالا عبارت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ فقہاء نے اشیاء محرمہ کی دوا استعمال کی بضرورت اجازت قرآن مجید کی ان آیات کی بنیاد پر دی ہے جن میں حرام اشیاء کے استعمال کی مضطر کے لئے اجازت دی گئی ہے۔اس طور پر کہ ان آیات کے اندر بھوک سے موت کا یقینی خطرہ پیدا ہو جانے کی حالت میں جان بچانے کے لئے میتہ (مردار) خنزیر،خون وغیرہ حرام اشیاء کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے تو بیماری کی وجہ سے جان ختم ہو جانے کا یقینی خطرہ پیدا ہو جانے کی حالت میں کسی حرام چیز کے بطور دواء استعمال کرنے کا جواز بھی دلالۃ ثابت ہوتا ہے(موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل ص ٢٤٦ ط الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور)